

دعا..... ایک عظیم سرمایہ

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ

دعا ایک سرمایہ..... ایک قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے اپنے جن انعاماتِ خاصہ سے انسان کو نوازا ہے، ان میں ایک دعا بھی ہے۔ دعا ایمان کا نشان، تعلق الہی کی دلیل، مغزِ عبادت، حقیقتِ عبودیت، جانِ بندگی، روحِ فقر اور رونقِ درویشی ہے۔ دعا بندہ و رب کا رابطہ قویہ، مومن کا اسلحہ، بے تاب روح کی غذا، جانِ حزن کا اقرار، زخمی دل کا مرہم، سوختہ سامانِ عشاق کی نامراد یوں کا مداوا ہے۔ دعا فقراء کا خزانہ، مسکینوں کا توشہ، ناداروں کی ڈھارس، لاچاروں کی تسکین، بے نواؤں کی تسلی، ضعیفوں کی قوت، راہِ حق کے طلب گاروں کی ڈھال اور سالکینِ طریق کا زادِ راہ ہے۔ دعا کا شغف و اشتغال، اس میں الحاح و زاری، تضرع و خشوع اور ابہتال و تجمل، توحید و التمسیت اور صفاتِ الہیہ پر ایمان کامل اور یقینِ راسخ کا نتیجہ ہے۔ دعا جامع الاسباب، کلیدِ خیر اور مطلبِ برآری کی احسن و اکمل تدبیر ہے۔ دعا دارین کی حاجات و ضروریات کے حصول کا اقویٰ و اجمل سبب ہے۔ دعا در ماندہ بندہ کی اپنے رحیم و کریم رب کے دربار میں مناجات، پکار اور عرضداشت ہے، جس کا ہر بول بندہ اور آقا کے تعلق کو قوی سے قوی کرتا ہے۔

ایک فقیر بے نوا کا سرمایہ ہی دعا اور قوت دعا ہے کہ فقیر اپنی بے مائیگی اور بچہ در بچہ ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دعا و رضا، تقویٰ و تسلی، عبدیت و عبودیت کے وظیفہ میں اپنی زندگی گزار دیتا ہے۔ محبوبِ ازل کا طالبِ حقیقی ہر آن قلباً و حالاً اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز اور اس کے ساتھ مناجات و دعا میں مشغول رہتا ہے۔ اسی لئے فخر الفقراء، سید الانبیاء، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر جز و کل دعا و مناجات سے آراستہ ملتا ہے کہ جس قدر حقیقتِ فقر و عبدیت میسر آئے گی، انسان میں تجمل اور التجاء الی اللہ اور احتیاج کی کیفیت بڑھتی جائے گی۔ صحیفہ اسلامی دعا کی عظمت و برکت پر دال اور قصصِ انبیاء اجابتِ دعا پر ناطق اور اسوۂ نبویہ اور احادیثِ مبارکہ دعا کے فضائل اور اہمیت پر شاہد ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ

جہنم دُخْرًا﴾ (مؤمن: ۶۰)

”اور کہا پروردگار نے دعا کرو مجھ سے، قبول کروں گا واسطے تمہارے، تحقیق وہ لوگ کہ تکبر کرتے ہیں عبادت میری سے، عنقریب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔“

دوسری آیت میں ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ..... احْبِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ (البقرہ ۱۸۶)

”اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے فرمادیجئے) میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار (دعا) کو قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ کو پکارتا ہے۔ پس ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں، امید ہے کہ وہ لوگ رشد (فلاح) حاصل کر سکیں گے۔“

﴿إِن رَّبِّي قَرِيبٌ مَّجِيبٌ﴾ (ہود، آیت ۶۱) ”تحقیق میرا پروردگار نزدیک ہے، دعا قبول کرنے والا۔“ پہلی آیت مبارکہ میں دعا کو عبادت کے مترادف قرار دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں بھی ارشاد ہے: ”الدعاء هو العبادة“ دعائی عبادت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تائید میں مجملہ بالا آیت پڑھی۔ (جمع الفوائد، ۲/۶۵، بحوالہ ترمذی) دوسری مرفوع روایت میں ہے: ”اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز معزز نہیں۔“

جس کے لئے دعا کے دروازے کھلے گئے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ دعا نازل شدہ (مصاب) میں اور جو ابھی نازل نہ ہوئے ہوں، سب میں فائدہ دیتی ہے۔ قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے۔ پس دعا کو لازم پکڑو۔“ (جمع الفوائد، ۲/۲۱۵، بحوالہ ترمذی)

شیخ الکل حضرت تھانوی قدس سرہ دعا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو ہر قسم کے صلاح و فلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دارین کی صلاح و فلاح کے واسطے اسبابِ مشکوٰۃ ابوابِ متعدده موضوع فرمادیئے کہ اہل حاجت اس سے مدد لیں اور عقبات و مہالک سے نجات پائیں۔ ان اسبابِ مذکورہ میں بجز دعا کے جتنے اسباب ہیں، ان کے مسببات خاص خاص امور ہیں، چنانچہ اسبابِ طبعیہ کا (مثل زراعت، تجارت و طبابت کے) مقصود بالذات فلاح دنیوی ٹھہرایا گیا ہے، اگرچہ وہ ضمنًا نافع دین بھی ہوں۔ مگر صرف دعا ایک ایسی چیز ہے کہ فلاح دین و فلاح دنیا دونوں کے لئے بالمساوات ایک ایک مرتبہ میں مشروع و موضوع ہے، جس سے بوجہ اس جامعیت کے اس کی وقعت و عظمت ظاہر و باہر ہے۔ اس لئے قرآن مجید و حدیث مبارکہ میں نہایت درجہ اس کی ترغیب و فضیلت اور تاکید جا بجا وارد ہے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ دعا

تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے۔ اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور یہ بھی شکل ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی بلائیں جاتی ہے۔ پس دعا کر کے خواہ اس کا قبول ہونا، معلوم ہو یا نہ ہو، بدگمان ہونا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمایا کریں، اس کو چاہئے کہ خوشی عیشی کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ بلا مصیبت کے دعا مانگنے کا اثر مصیبت کے وقت دعا مانگنے میں ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ: ”دعا میں ہمت نہ ہارو کیونکہ دعا کرتے ہوئے کچھ ضائع نہیں ہوتا۔“ اور ارشاد فرمایا کہ: ”دعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان و زمین کا نور ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مصیبت زدہ قوم پر گزرا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے۔“ اور فرمایا کہ ”کوئی ایسا مسلمان نہیں جو دعا میں اڑ جائے اور پھر اس کو عطا نہ ہو۔ خواہ سر دست اس کو دے دیں یا آئندہ کے لئے جمع کر دیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ دعا قبول تو ضرور ہوتی ہے مگر صورتیں اس کی مختلف ہیں، کبھی وہ چیز مل جاتی ہے اور کبھی اس کے لئے جمع ہو جاتی ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی اس کی برکت سے بلائیں جاتی ہے، غرض اس دربار میں ہاتھ پیرانے سے کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے، لیکن باوجود اس کے دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگوں کو عوام تو کیا بہت سے خواص کو بھی اس سے محض بے رغبتی و بے توجہی ہے، حتیٰ کہ جو معمولی اوقات دعا کے ہیں، جیسے نماز، مناجات، ان میں بجز آموختہ سا پڑھ لینے کے اصلاً الحاج یا دلچسپی کا اثر تک نہیں پایا جاتا اور یہ سمجھ کر دعا کرنے کا تو ذکر ہی کیا کہ یہ عرضداشت اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں پیش کرنی ہے۔ اور بار بار التجا کرنا اپنی مطلب برآری کا قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور تکرار عرض و معروض سے روزانہ امیدیں ابھرتی اور تازہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بڑی مصیبت پڑتی ہے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے کام نہیں چلتا تب بہ مجبوری کسی ایک آدھ کو شاد و نادر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، وہ بھی دعا کے ساتھ نہیں بلکہ بڑی دوزیہ ہوتی ہے کوئی وظیفہ، عمل عزیمت شروع کر دیا، خواہ شرع کے موافق ہو یا مخالف اور اگر کسی نے بڑی احتیاط کی اور موافقت شرع کا بھی لحاظ کر لیا تب بھی ان اعمال میں وہ برکت کہاں جو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ دعاؤں میں ہے۔

☆.....☆.....☆